

سے مولانا کی دستہ طرف اور روا فارسی کا بھی پتا چلتا ہے۔ تصور شیخ کے عنوان سے جو تحریر ہے (ص ۱۱۲) اس سے ایسی بہت سی غلط فہمیوں کی تردید روجاتی ہے جو تصویر شیخ کے عام نظریہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کتاب کے آخر میں مولانا محمد یقوب صاحب کے شعر اور فارسی ذوق کا ایک اچھا جائزہ لیا گیا ہے۔ مولانا اردو، عربی اور فارسی میں اعلیٰ درجہ کے شعر کہتے تھے۔ اردو اور فارسی میں لگنام تخلص کرتے تھے۔ مشتہ نون از خروارہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ شاعرانہ تعالیٰ، تغزل، غنایت اور اسلامی نقطہ نظر کو کس خوبی سے بجا کیا ہے۔ ایک غزل کا مقطعہ ہے:

ہم نے لگنام وہاں پاؤ دن جائے اپنے پا فرشتے کابھی جس جا پہنچتا دیکھا

ایک مشنری کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ جذبہ بے اختیار شوق اور بیتائی عشق کا مفہوم ہاندھا

ہے: کس کی حسرت کروں رہا کیا ہے غم کروں کاہے کا گیا کیا ہے

پھر وہی اضطرابِ دل کاہے زور ایک سینے میں پھر مچا ہے شور

چشم جاری جو کر دے چشمہ خون صفر عشق خوب ہو موزوں

شروع شاعری کے من میں خاصے کی پیز جاحد تھانہ بھون حافظ خامن صاحب تھانوی شہید کا سراپا بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایک نقیبہ قصیدہ (اردو)، چند فارسی نعتیں اور غزلیں، اور ایک عربی قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں بھی دیکھنے کی پیزیں ہیں۔

کتاب کا معیار طباعت اچھا ہے، کاغذ بھی مددہ اور سفید ہے۔ قیمت بھی آج کل کے نرخ کے حساب سے مناسب ہی معلوم ہوتی ہے۔

تعمیر ملت

: مصنف : خواجہ عبدالحکیم انصاری

ناشر : قائم نشر، انارکلی، لاہور۔ کتابت : معیاری۔ طباعت : آفیٹ۔ کاغذ : سفید۔ صفحات ۳۲۸۔ مجدد۔ اشاعت : ۱۹۷۳ء۔ قیمت : پندرہ روپے (خاص ایڈیشن : بیس روپے)

زیر تعمیر کتاب کا موڑ مندرجہ ذیل سوال ہے :

"جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملتِ اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟"

یورپی سامراج کے زمانے سے یہ سوال بار بار مسلمان ملکوں کے ذہنوں میں اٹھتا رہا ہے اور شکیب ارسلان، جمال الدین افغانی، یوسف اوس اور دوسرے کئی دانش ورثوں نے اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب تک مسلمان ملاتے یورپی تسلط سے آزاد نہیں ہوئے تھے ملکوں کی زیادہ تر توجہ اس سوال کے سیاسی پہلو کی طرف ہی لیکن آج جب کہ عالم اسلام آزاد ہے یہ سوال مختلف انداز سے ہمارے ذہنوں میں اُبھر رہا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کا جواب یعنی کی کوشش کی ہے لیکن ہدف کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے نہ ان کے جواب تسلی بخش ہیں اور نہ ہی ان کے تجزیوں سے متصل اسلامیہ کو اپنے زوال کے اسباب دُور کر کے ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے میں مدد ملی ہے۔

عام طور پر اس سوال کے تجزیوں میں "عودج و زوال سے مراد" "سیاسی" "عوادج و زوال یا جاتارہ" ہے اور اس کا جواب میہم اور مکمل انداز سے یہی دیا جاتا رہا ہے کہ "ہمارے زوال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے" :

زیر نظر کتاب میں خواجہ عبدالحکیم صاحب نے ہمارے تجزیوں کی کمزوریوں کو پکڑا ہے اور اس طرح ایک مفید تر تحریک پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

خواجہ صاحب نے اپنے تجزیے میں اخلاقی تنزل کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ ان کا کہنا ہے:

"پاکستان بننے کے بعد یہاں کے باشندوں میں نماز کا پڑھانا بہت زیادہ ہو گیا ہے..... مساجد بھی عام طور پر ہر جگہ نمازوں سے بھری ہوتی نظر آتی ہیں روزوں کی پاندی اور رعنافان کی رونق بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں اور حج گرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے..... لیکن جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ہمارے پاکستانی جماں نے بالکل ترقی نہیں کی بلکہ الٹا تنزل ہوا ہے...."

دیباچے میں اس بنیادی نکتے کی نشاندہی کرنے کے بعد مصنف اس مسئلے کا باقاعدہ تجزیہ شروع

کرتے ہیں۔ اس تجزیے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں انہوں نے قرآن اولیٰ میں مسلمانوں کے عروج کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہوتے ان میں سے پانچ بنیادی اصول اخذ کئے ہیں جن پر عمل سے عروج حاصل ہوا۔ یہ اصول تھے ایمان، اتحاد، رایطہ، اطاعت اور عمل۔ دوسرا حصہ میں اسباب زوال سے بحث کی ہے۔ زوال کا داخلی سبب تو ان پانچ اصولوں سے انحراف تھا۔ اس کے علاوہ خارجی اسباب بھی رہتے ہیں جن میں اکثر وہ عوامل ہیں جو تاریخ اسلام کے مختلف مراحل پر ابھرے۔ ان میں شہادتِ عثمانؓ سے لے کر یورپی استعمار تک دس دو بات کی نشاندہی کی ہے۔ تیسرا حصہ میں مصنف نے اس ابہام پسندی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے جب یہ کہ کربات کو میہم چھوڑ دیا جاتا ہے کہ زوال کا سبب قرآنی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔ مصنف نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے قرآنی تعلیمات کی تدریجی تفصیلی تعبیر پیش کی ہے جس سے اجتماعیت کے وہ قرآنی اصول واضح ہوتے ہیں جن سے مسلمانوں کا عروج وزوال وابستہ ہے۔ اسی ضمن میں اسلامی عقائد، عبادات اور معاملات کے ساتھ اخلاق و آداب کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو آسان اور قابل فهم پسیرائے میں پیش کیا ہے۔ اس حصے کی خوبی یہ ہے کہ تصور کو مشاہداتی علم کی حیثیت سے پیش کر کے تصور کو مادرائیت اور بے معنویت کے ابہام سے پاک کر دیا ہے۔ اس ضمن میں مبدأ و معاد اور تقدیر کے مسائل کو بھی عقلی انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

آخر کی زبان نہایت آسان اور سلیس ہے۔ مباحثہ جلدی سمجھو میں آجائے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ان تمام مباحثہ کا خلاصہ سمجھادے دیا گیا ہے۔

اس قابل قدر کتاب کی ایک بات کھلکھلتی ہے۔ زوال کے اسباب و عوامل کے اس تفصیلی تجزیے کے بعد جب علاج کی باری آئی تو اُسے صرف دو صفحے میں ختم کر دیا گیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ بہت جلدی میں کہا گیا ہے اور اس میں اتنی چھان پہنچ نہیں کی گئی جتنی کتاب کے باقی حصوں میں کی گئی ہے۔ تاہم کتاب بے حد مفید ہے اور اس قابل ہے کہ ہر گھر اور ہر لائبریری میں موجود ہو، ہر ایک کے مطالعہ سے گزرے اور ہر ایک کے غور و نکار کام منوع بنے۔